قرآن شناسی

نزول قرآن کا مقصد

آیۃ اللہ شہید سید محمد باقر الحکیم علیہ الرحمہ

ترجمہ: حجۃ الاسلام مولانا سید محمد حسن معروفی صاحب

قرآن اپنے کردار کے ضمن میں اساسی غرض کو ثابت کر دیتا ہے

عہد نبوی میں قرآنی کردار کا مطالعہ کرتے وقت نظر آتا ہے کہ اس نے مکمل تبدیلی (نظام و معاشرہ) کا مقصد ہر بُعد میں پورا کر دیا۔ قرآن نے حتی الامکان ہر جہت وسمت میں وسیع ترین پروگرام دیا ہے اور بشریت کو سیدھا راستہ دکھایا ہے اور بشریت مسلسل قرآن سے بہت کچھ حاصل کر رہی ہے۔ ایران میں امام خمینیؒ کی رہبری میں آنے والے اسلامی انقلاب نے اسلام کو برسر کار لا کر اس حقیقت کو مزید ثبوت بہم پہنچایا۔ متعدد علماء اسلام نے قرآن مجید سے تمام زندگی پر چھائے ہوئے قرآنی نظریۂ حیات کے انکشاف واعلان پر جاندار کتابیں لکھی ہیں اور کتاب وسنت سے تفصیلات جمع کی ہیں۔

اس عہد وعصر کی تالیفات کا بہترین نمونہ استاد گرامی حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شہید محمد باقر الصدرؒ کے رشحات قلم ہیں۔ جن نظریات کا انکشاف انہوں نے کیا ہے اس کی روشنی میں اسلامی فکر کو دوسرے افکار سے آزادی ملتی ہے اور انہیں بڑی عزت کے ساتھ عہد جدید میں سب کے سامنے رکھا جا سکتا ہے۔

درج ذیل نکات میں سے ہر نکتہ تفصیلی بحث چاہتا ہے مگر ہم سرسری نظر ڈال کر آگے بڑھیں گے۔ ناظرین ملاحظہ کرتے چلیں کہ قرآن نے کس قدر گہری تبدیلی اور ہمہ جہت تغیر برپا کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس انقلابی مرکز۔ چھاؤنی۔ سے ہوا جس کو قرآن نے بنایا اور قرآن نے ایجاد کیا۔ پھر قرآنی سعی کے جواب میں تبدیلیوں کا جو مثبت نتیجہ حاصل ہوا وہ اپنے حجم اور کثرت کے اعتبار سے بتاتا ہے کہ قرآن کا اساسی مقصد وہدف تھا ہی مکمل تبدیلی لانا اور لاتے رہنا۔

خدائے یگانہ ویکتہ

جزیرۂ عرب کے باشندے خدا کے عقیدے میں تباہ حال اور گھٹیا خیال اور ادنیٰ درجے کی ذہنی سطح میں تھے اور یہی عقیدہ ان کے تمام معاملات پر حاکم اور ان کے مقدر کو رخ دینے والا بھی تھا۔ وہ خالق، اللہ کو ماننے کے باوجود بت پتھر، فرشتے، جنات، ستارے کو وسیلہ قرار دیتے تھے اور یہ سب چیزیں ان کے ذہنوں پر اس طرح مسلط ہو گئی تھیں کہ وہ خالق واللہ اور ان چیزوں کے درمیان فرق کے قائل نہ تھے۔ اور شرک وبت پرستی تو ایک ایسا اجتماعی حادثہ تھا جو ان کی زندگی کے ہر موڑ، انفرادی، معاشرتی، اقتصادی وسیاسی وشخصی قوانین و آداب میں دخیل تھا، صرف عقیدہ وعبادت ہی کرنے پر موقوف نہ تھا۔

اس ماحول میں یہودی ونصرانی تھے مگر شرک وانحراف نے انہیں اس قدر تباہ حال کر دیا تھا کہ اب یہودیت ونصرانیت مداوا کرنے سے عاجز تھی۔

''اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا

الٰھاً واحداً لا الٰہ الا ھو سبحانہ
عما یشرکون''(توبہ ۳۱)

ان لوگوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا رب مان لیا اللہ کے علاوہ مسیح ابن مریم کو اپنا خدا جانا۔ حالانکہ اللہ کی عبادت کے علاوہ کسی عبادت کا حکم نہ دیا گیا تھا۔ اسی یکتا خدا کی عبادت جس کے علاوہ دوسرا خدا نہیں ہے اور وہ خدا ان تمام چیزوں سے پاک ومنزہ ہے جس کی نسبت مشرک اس کی طرف دیتے ہیں۔

''ان یدعون من دونه الا اناثا و ان یدعون الا
شیطانا مریدا ۔ لعنه الله و قال لاتخذن من
عبادک نصیبا مفروضاً۔ولاضلنهم ولامنّینهم
ولآمرنهم فلیبتّکن آذان الانعام
ولامرنهم فلیغیرن خلق الله ومن یتخذ
الشیطان ولیا من دون الله فقد خسر
خسرانا مبینا''(نساء ۱۱۹-۱۱۷)

وہ اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے ہیں مگر دیویوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان مردود کو جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور کہا کہ کچھ تیرے بندوں کو حصہ بناؤں گا ان کو گمراہ کروں گا اور ان کے دلوں پر آرزو اتاروں گا اور حکم دوں گا کہ چارپایوں کے کان کاٹ کر اللہ کی خلقت کو بدل دیں اور جس کسی نے اللہ کے علاوہ شیطان کو صاحب اختیار جانا اس کے لیے کھلا نقصان ہے۔

''وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحانه بل
عباد مکرمون''(انبیاء ۲۶)

لوگوں نے کہا کہ اللہ نے اپنے لیے لڑکا بنا لیا ہے اللہ پاک ومنزہ ہے وہ تو اس کے اچھے بندے ہیں۔

''یوم یحشرهم جمیعا ثم یقول للملائکة أهؤ
لاء ایاکم کانوا یعبدون
قالوا سبحانک انت ولینا من دونهم بل
کانوا یعبدون الجن اکثر هم
بهم مؤمنون''(سبا ۴۰،۴۱)

جس دن سب کو محشور کرے گا پھر فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہی لوگ تھے جو تمہاری پرستش کرتے تھے۔ فرشتے جواب دیں گے تو پاک ومنزہ ہے، تو ہمارا ولی ہے، نہیں یہ لوگ جنوں کی پوجا کرتے تھے (جن کی جنس سے شیطان ہے) اور اکثر مشرک افراد اپنے معبودوں پر ایمان رکھتے تھے۔

''الا لله الدین الخالص والذین اتخذوا من
دونه اولیاء مانعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی ان الله یحکم
بینهم فی ما هم فیه یختلفون ان الله لا یهدی من هو کاذب
کفار''(زمر ۳)

آگاہ ہو جاؤ کہ سچا دین اللہ کا دین ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ ولی بنائے (وہ کہتے یہ ہیں کہ) ہم ان کی پوجا نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب تر کردیں اللہ ان کے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ کرے گا اللہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے ناشکرے کی ہدایت نہیں کرے گا۔

''ان الذین تدعون من دون الله عباد
أمثالم فادعوهم فلیستجیبوا لکم ان
کنتم صادقین''(اعراف ۱۹۴)

اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بلاتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے انسان ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو انہیں کو پکارو وہ تمہاری دعا قبول کریں۔

اس موضوع سے متعلق قرآن کریم میں بہت سی آیتیں ہیں اور مختلف دلائل و وسائل کے ذریعہ معاشرتی فساد و خرابی کی راہ بتائی ہے۔ ان معاملات میں شرک و بت پرستی کا قصہ تو قرآن کے مرکزی مسائل بحث میں ہے۔ اور قرآن میں یہ بحث اس طرح ہے کہ اس کے جلو میں الوہیت و وحدانیت مطلقہ اپنے کمال و جمال وجلال کے ساتھ یوں جھلکتی ہے کہ انسان شرک کو اس کے ہر رنگ و نقش کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہے۔ جہاں ذرا سا شائبۂ شرک دیکھا اور موحد ٹھٹھکا۔ کوہ صفا اور کوہ مروہ میں سعی کرتے ہوئے یہی صورت حال صدر اسلام میں پیش آئی اور قرآن مجید نے اطمینان دلایا کہ سعی شرک نہیں ہے۔

جزیرۃ العرب کے انسان شرک و گمراہی کے جس عالم میں سرگرداں تھے ان کا معاشرہ، ان کی ضمیر، ان کا مزاج جس طرح بن چکا تھا اس پر غور کیجئے اور پھر اس بے مثال، عظیم الشان، ہمہ گیر تبدیلی کو دیکھئے جو قرآن لایا تو مسئلہ کی گہرائی اور اثرات و مقاصد قرآن کی تھاہ ملنا مشکل ہوگی۔

''ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ فمن
حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان
یطوف بھما و من تطوع خیرا فان
اللہ شاکر علیم'' (بقرہ ۱۵۸)

صفا و مروہ شعائر الٰہی میں سے ہیں لہٰذا جو بھی حج و عمرہ بجالائے اس کے لیے ان دونوں کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص رغبت کے ساتھ کار خیر کرے تو خداوند عالم اس کا قدرداں ہے اور وہ اس کے کام سے آگاہ و عالم ہے۔ بلکہ قرآن نے مسئلہ شرک خود انسان کے نفس اور اس کے تمام تصرفات میں بھی تلاش کیا ہے اس طرح کہ اسلام سے قبل انسان کی زندگی میں جس توحید کا وجود نہ تھا اس کے لیے مختلف ابعاد کا قائل ہوا ہے جیسے کہ کمال کے لیے بھی قرآن کریم نے نئے ابعاد کا تصور دیا ہے اور اس وسیع پیمانہ پر کہ یہ سادہ لوح انسان اس کو بخوبی درک کر کے اس کے مطابق راہ اختیار کر سکے۔

انسانی کرامت اور انسانی روابط

قبائلی تعلقات اور جبر و قوت کی بنیاد پر زندگی گذارنے والے عرب انتہائی تنگ دنیا اور گھٹے گھٹے ماحول میں جی رہے تھے۔ وہ انسان کو اپنی ذات اور اپنے منافع کے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے۔ مادی اور وہمی جھروکوں سے دیکھنے والے انسانی کرامت اور اس کے امتیازات سے آنکھیں بند کر کے معاشرتی روابط پر اپنی چھاپ لگائے زندگی گذار رہے تھے۔

ان کے تصورات و رسم و رواج میں صرف ''نسب'' کا سہارا تھا جو معاشرتی ڈھانچہ بناتا تھا، مگر یہ مرکز بھی کمزور ہو کر چھوٹے سے چھوٹے گروپ بنا دیتا تھا۔ یعنی قبیلہ سے ''عشیرہ'' اور عشیرے سے ''اسرہ'' جنم لیتا تھا۔ عورتوں، غلاموں، یتیموں، کمزوروں کو مال مفت سمجھتے تھے۔

قرآن مجید اس گم شدہ انسان کو دوبارہ زندہ اور معرکۂ حیات و کرامت انسانی میں سرگرم عمل کرنے آیا اس نے کھوئی ہوئی عظمت کو پلٹایا، انسانی توانائی کی بنیادیں معاشرتی طبقات میں استوار کیں۔ وہ عورت کی شخصیت اور غلاموں کی انسانیت کو پہنچوانے کے لیے آیا۔ قرآن نے ضعیف و محکوم افراد کے حقوق کو زندہ کیا۔ علم و تقویٰ، جہاد و عمل صالح جیسے معیار کو انسانی روابط کی بنیاد بنایا۔

''یا ایھا الناس ان خلقنا کم من ذکر و
انثیٰ و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم، ان اللہ

علیم خبیر ''(حجرات ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو زن ومرد سے پیدا کیا اور قوم وقبیلہ کی صورت دی تاکہ تم پہچانے جاؤ، لیکن تم میں سب سے اچھا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

''وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا

شھداء علی الناس ویکون الرسول

علیکم شھیدا''(بقرہ ۱۴۳)

ہم نے تم کو امت وسط قرار دیا ہے تاکہ تم عوام کے لیے گواہ رہو اور رسول تمہارے گواہ رہیں۔

''وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ، ھو اجتباکم وما

جعل علیکم فی الدین من حرج ، ملۃ ابیکم

ابراھیم سمٰکم المسلمین من قبل و فی ھٰذا

لیکون الرسول شھیدا علیکم و تکونوا

شھیداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا

الزکاۃ واعتصموا باللہ ھو مولاکم

فنعم المولی ونعم النصیر ''(حج ۷۸)

راہ خدا میں برحق جہاد کرو اس نے تم کو چن لیا اور تمہارے دین میں حرج نہیں رکھا اور تمہارے باپ ابراہیمؑ کی دوستی اختیار کرنے کو کہا ہے۔ اس نے تم کو پہلے سے ہی مسلمانوں میں رکھا اور اس قرآن میں بھی! تاکہ رسول تمہارا گواہ رہے اور تم لوگوں پر گواہ رہو لہٰذا نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اللہ سے متمسک رہو وہی تمہارا ولی ہے اور وہ بہترین ولی اور بہترین مددگار ہے۔

'' واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ،

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین

قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً، وکنتم علی شفا

حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ

لعلکم تھتدون۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی

الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر و

اولئک ھم المفلحون''

(آل عمران ۱۰۳، ۱۰۴)

اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو اور اپنے اوپر نازل ہونے والی نعمتوں کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت پیدا کی، پھر اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم جہنم کے کنارے تھے اللہ نے تم کو اس سے نجات دی اور اسی طرح اللہ اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے شاید ہدایت یافتہ ہوجاؤ۔ تم کو ایسی امت میں ہونا چاہیے کہ لوگ خیر کی طرف بلاتے ہوں اور نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکتے ہوں اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

انسانی شخصیت سے مربوط تمام مسائل کی جستجو کے بعد قرآن ایسے روابط کو وجود میں لاتا ہے جن کی بدولت بکھرے اور منتشر عرب ایک امت میں بدل گئے ایسی امت میں جو بشری خیرخواہی کی حامل ہو اور جو عالمی حکومت کی سطح پر سوچتی ہو اور ایک ایسی ہی حکومت کو وجود میں لانے کی فکر کرتی ۔ قرآن اجتماعی روابط اور معاشرتی تعلقات کو ایسی منزل پر لایا جہاں عورت کو اس کے حقوق واحترامات ملے۔ حالانکہ وہ طویل تاریخ سے محروم ومظلوم تھی۔ غلاموں کو معاشرتی اعزاز دیا کہ بلند منصب حاصل کرسکیں۔ عورت اور غلام ہی نہیں تمام محرومین کو ان کے حقوق دلوائے اور نئی زندگی سے سرفراز کیا۔

''و لقد کرمنا بنی آدم و حملناھم فی البر

و البحر و رزقناھم من الطیبات و فضلناھم

علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا'' (اسراء ۷۰)

ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی و تری پر مسلط کر دیا اور انہیں طیب و طاہر رزق دیتے ہیں اور بہت سی اپنی مخلوقات پر انہیں فضیلت دی ہے۔

زندگی کا جدید مفہوم

اہل جزیرۃ العرب دنیا کی چندروزہ زندگانی ہی کو اصل حیات سمجھ کر دن گذارتے اور قوت و طاقت، نفس پرستی، دو محور تھے جن کے گرد وہ گھومتے تھے اعلیٰ اقدار اور مثالی افکار سے خالی، تنگ نظری کا شکار، زندگی کے بارے میں یہ محدود طرز فکر زندگی میں بہت موثر تھا اور آج تک عربی انسان کی رفتار اور اس کے وجود میں یہ نظریہ گہرائی کی حد تک موثر ہے۔ قرآن نے مجید نے ان کو آفاقی تصور حیات دیا جس سے آج وہ بے خبر بن رہے ہیں۔ وہ وجود انسانی کو مادی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ جنس اور مادی آسودگی نے انہیں محدود کر رکھا ہے حالانکہ اللہ نے انہیں لامحدود قوتوں اور ذہنی بلندیوں سے مستفید ہونے کا موقع دیا ہے۔

دور جاہلیت کا انسان اس مسئلہ میں ایک پست انسان ہے۔ اس لیے مادی زندگی میں غرق اور برے اعمال کے مرتکب ہونے کو مختلف شکلوں میں بیان کیا گیا ہے جو اخلاقی و روحانی اقدار سے بہت دور ہے۔

''زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین و القناطیر

المقنطرۃ من الذھب و الفضۃ الخیل المسومۃ و الانعام

و الحرث ذلک متاع الحیاۃ الدنیا و اللہ عندہ

حسن المآب'' (آل عمران ۱۱۴)

دنیا میں لوگوں کو ان کی مرغوب چیزیں (مثلاً) بیویوں، بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ الفت بھلی کر کے دکھا دی گئی ہے۔ یہ سب دنیاوی زندگی کے (چندروزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو خدا ہی کے ہاں ہے۔

''اعلموا انما الحیاۃ الدنیا لعب و لھو و

زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد

کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج

فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما۔۔۔'' (حدید ۲۰)

جان رکھو کہ دنیاوی زندگی محض کھیل اور تماشا اور ظاہری زینت (و آرائش) اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ خواہش ہے (دنیاوی زندگی کی مثال تو) بارش کی سی مثال ہے جس کی وجہ سے کسانوں کی کھیتی (لہلہاتی اور) ان کو خوش کر دیتی ہے پھر سوکھ جاتی ہے تو تو اس کو دیکھتا ہے کہ زرد ہو جاتی ہے پھر چور چور ہو جاتی ہے۔

''زین للذین کفروا الحیاۃ الدنیا و یسخرون

من الذین آمنوا و الذین اتقوا فوقھم

یوم القیامۃ'' (بقرہ ۲۱۲)

کافروں کی اختیاری زندگی کے لیے دنیا سجائی گئی ہے اور وہ مومنوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو لوگ متقی ہیں قیامت میں وہ بلند ہیں

اس طرح ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ متعدد جگہوں پر اس طرح کی مادی زندگی کے تصور سے جو انحطاط، انحراف، اختلاف وجود میں آتا ہے ان کی طرف نشاندہی ہوئی ہے۔ اس بات کی تصدیق

کے لیے سورۂ بقرہ کی آیات نمبر ۸۶-۸۵ اور سورۂ نور اور سورۂ قصص کی آیت ۷۹، سورۂ توبہ کی آیت ۳۸ کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ماحول اور فضا کی اس صورت حال میں قرآن نے وسیع پیمانے پر تبدیلیوں کا پیغام دیا، زندگی کے نئے مفہوم سے مطلع کیا اور بہت سے نئے مسائل پر سوچنے کے قابل بنایا، مثلاً زندگی کا حقیقی تصور، زندگی کا اختتام اور مقصد، زندگی میں مختلف اقدار واشیا کی اہمیت یوں واضح کی جس کے نتیجے میں بے حد وحساب گرا پڑا، گیا گذرا انسان ثواب تک پہونچنے کے لیے شہادت، ایثار، قربانی، عطا وبخشش کی طرف بڑھنے لگا۔

''یاقوم انما ھذہ الحیاۃ الدنیا متاع وان
الاخرۃ ھی دار القرار''(غافر ۳۹)

اے قوم یہ زندگی متاع ناچیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور آخرت دار قرار ہے۔

''بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا والاخرۃ
خیر وابقیٰ''(اعلیٰ ۱۶)

بلکہ تم دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائدار ہے۔

''وما ھذہ الحیاۃ الدنیا الا لھو و لعب و ان الدار الاخرۃ لھی
الحیوان لو کانو ایعلمون''(عنکبوت ۶۴)

دنیاوی زندگی لہو ولعب سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور اگر جانتے ہو تو دار آخرت میں حیات ہے۔

''انما مثل الحیاۃ الدنیا کماءٍ انزلناہ من السماء
فاختلط بہ نبات الارض مما یأکل الناس و الانعام حتی
اذا أخذت الأرض زخرفھا
وازینت وظن اھلھا انھم قادرون علیھا اتاھا
امرنا لیلاً أو نھاراً فجعلناھا حصیداً کان لم تغن بالامس
کذلک نفصل الآیات
لقوم یتفکرون''(یونس ۲۴)

دنیا کی مثال اس پانی جیسی ہے جو آسمان سے برستا ہے او رزمین کی گھاس سے مل کر انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے۔ جب زمین نے اپنی زیبائی وآرائش پائی اور عوام نے اپنے کو اس پر قادر سمجھا تو اچانک رات یا دن میں ہمارا حکم ہوا اور اس کو کاٹنے کے لائق کر دیا اور ایسا خشک کر دیا کہ گویا کل اس میں کچھ نہ تھا اس طرح ہم فکر کرنے والی قوم کے لئے آیات کی تشریح کرتے ہیں۔

''یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم
فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل
مثقال ذرۃ شرا یرہ''(زلزال ۶، ۸)

اس دن جب لوگ قبروں سے ادھر ادھر ہو کر اپنے اعمال کو دیکھنے کے لیے نکلیں گے تو جس شخص نے ذرہ برابر کار خیر انجام دیا اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر کار بد انجام دیا ہے اس کو دیکھے گا۔

''ماتقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ
ان اللہ بما تعملون بصیر''(بقرہ ۱۱۰)

جس نے اپنے نفس کے لئے کار خیر پہلے سے بھیج دیا ہے اسے اللہ کے پاس پائے گا جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

''واقرضوا اللہ قرضا حسنا وما تقدموا لانفسکم من
خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا و اعظم اجرا و
استغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم''(مزمل ۲۰)

اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو کچھ نیکیاں اپنے لئے اللہ کے

حضور میں پہلے سے بھیج دو گے، اسے اللہ کی بارگاہ سے پاؤ گے وہ خیر ہے اور اجر عظیم ہے۔ اللہ سے مغفرت چاہو اس لئے کہ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ان تعلیمات نے اجتماعی زندگی پر اثرات قائم کیے اور حکومت، انتظام، جہاد، اقتصاد، عمومی و خصوصی روابط جیسے موضوعات و مسائل میں ان لوگوں کو اتنا مستحکم کیا جس کے حسین اور خوبصورت نقشے اور ضمیر انسانی کی روشنی اور گہرائی کی داستانیں تاریخ کا بہترین حصہ ہیں۔

انسانی ارادے کی آزادی

انسان کو بتوں اور طاغوتوں کی پرستش سے آزاد کرانے میں قرآن کو جو کامیابی حاصل ہوئی اسی طرح انسانی ارادے کو غلامی، شہوت، لذت، خوف سے نجات ملی۔ اب وہ دوسروں کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ارادے کو آزاد کرا سکتا ہے اور کوئی دباؤ اسے مجبور نہیں کر سکتا۔

آزادیٔ ارادہ و اختیار کے مسئلہ کی تحقیق کے نتیجے میں آزادی حاصل ہوئی اور اسی کو انسان کی رفتار و ترقی و ارتقا کا بنیادی مرکز قرار دیا۔ اللہ نے انسان کو اس دنیا کی زندگی میں پیدا کیا اور اس دنیا کو اختبار و آزمائش کے لئے مختلف طبعی اجتماعی شخصی اسباب کا نشانہ قرار دیا تاکہ انسان امتحان دے کر درجۂ کمال حاصل کر کے اپنے اختیار و آزادی سے استفادہ و ارتقا حاصل کر سکے۔

''ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء و الضراء و زلزلوا حتی یقول الرسول و الذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب'' (بقرہ ۲۱۴)

کیا تم نے جنت میں داخل ہونے کا خیال کر رکھا ہے جبکہ ابھی جو چیزیں گذشتہ لوگوں پر آئی تھیں وہ تم پر نہیں آئیں۔ ان لوگوں پر سختیاں اور نقصانات وارد ہوئے اور جھٹکے کھائے یہاں تک کہ پیغمبر اور ان کے ساتھ کے مومنین نے کہا کہ اللہ کی نصرت کب پہونچے گی، آگاہ رہو اللہ کی نصرت قریب ہے۔

''احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا و ھم لا یفتنون و لقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین'' (عنکبوت ۲، ۳)

کیا لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ ایمان کا دعویٰ کر کے چھوٹ حاصل کر لیں گے اور انہیں آزمایا نہ جائے گا؟ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو آزمایا ہے جو تم سے پہلے تھے تاکہ سچے جان لیے اور چھوٹے بھی خوب پہچان لیے جائیں۔

''ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین'' (آل عمران ۱۴۲)

کیا تم نے جنت میں داخل ہونے کا یقین کر لیا ہے۔ جب تک اللہ جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو نہ جان لے۔

''لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی'' (بقرہ ۲۵۶)

دین میں جبر نہیں ہے۔ گمراہ کے مقابلے رشد و کمال کی راہ روشن و واضح ہو چکی ہے۔

''انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا'' (انسان ۳)

ہم نے انسان کو راستہ کی ہدایت کر دی ہے۔ اب وہ شکر گذار رہے یا ناشکر گذار۔ انسان کے ارادہ کے بارے میں اتنا زور اور انسان کی زندگی میں اس کی اہمیت کے بعد قرآن کریم اس ارادے کی

رشد و تکمیل اور ہر دباؤ سے آزادی دلانے نیز اس کی صحیح رہبری کے لیے آگے بڑھتا ہے اور نفس انسان میں تقویٰ کے سبب کو رشد دینے، عظیم مقاصد و اقدار کو روشن کرنے، زندگی میں انسان سے متعلق حقیقی تصور کو بتانے اور دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخرت کی پائدار زندگی کو اختیار کرنے پر زور دے کر انسان کے ارادے کو تقویت دی ہے۔

''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل
احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتھم اللہ
من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم
من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون''
(آل عمران ۱۶۹، ۱۷۰)

راہ خدا میں قتل ہونے والے کے سلسلہ میں گمان نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے روزی پاتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں فضیلت دی ہے اس پر خوش ہیں اور اپنے بعد میں آنے والوں کو خوشخبری دیتے ہیں کہ ان کو کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ محزون ہوں گے۔

ارادہ وضمیر انسانی کی آزادی وارتقا کا غالباً اہم ترین لمحہ وہ تھا جب قرآن کریم نے شراب نوشی کو منع کیا اور نشے پر پابندی لگائی۔ جس معاشرے میں شراب روزمرہ کی چیز تھی، اس کی تجارت بڑے پیمانے پر ہوتی تھی، قرآن کے حکم امتناعی کے بعد مسلمانوں نے ایک دم سے ہاتھ اٹھا لیا، بہت بڑا واقعہ ہے!! ـــــ یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ نے تین سال ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۲ء تک اپنی پوری طاقت کے ساتھ شراب نوشی روکنا چاہی۔ امریکن کانگریس نے مشروبات پر پابندی کے متعلق بل بھی پاس کیا لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا بلکہ حکومت اپنا قانون خود واپس لینے پر مجبور ہوگئی۔ اور یہ ملت جسے ڈر تھا کہ اس کا اغوا ہو جائے گا ''تخافون ان یتخطفکم الناس'' جب وہ اپنے ارادہ کی مالک ہوئی تو پوری دنیا کے پسماندہ انسانوں کی نگہبانی کا بیڑا اٹھا کر آگے بڑھی اور قیصر وکسریٰ جیسے طاغوتوں کے ظلم سے انسانیت کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی۔

طلب علم، معرفت اور کردار سازی کی طرف توجہ

انسان کی زندگی کے دو بڑے میدانوں میں قرآن نے بہت بڑی اور اہم تبدیلیاں نمایاں کیں۔ کائنات اور فطرت کی معرفت حاصل کرنے کی تحریک جس کا سرچشمہ معرفت باری ہے، دوسرے ضمیر و وجدان کی صحیح تربیت اور اسے انسانی فطرت سلیمہ کی طرف لانا تاکہ وہ عقل منطقی وعقل عملی ـــ مسئلہ معرفت وحقیقت میں ذمہ داریاں پوری کر سکے۔

اس لئے کہ انسان جن مہم ترین مسائل سے اپنی زندگی میں سامنا کرتا ہے وہ دو باتیں ہیں:

۱۔ حقیقت کی شناخت ۲۔ عدل وظلم

انسان اپنے وجود کے آغاز ہی سے مسلسل ان دو بنیادی راستوں کو اپنی زندگی میں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور قرآن نے اس کو پوری اہمیت دی ہے اور دنیا کے عوام اور مسلمانوں کو ان کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس ضمن میں بہت سی آیتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

''یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات'' (مجادلہ ۱۱)

اللہ ایمان والوں اور اہل علم کو درجہ بہ درجہ بڑھاتا ہے۔

''الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ

ثمرات مختلفا الوانها و من الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانها و غرابیب سود ۔ و من الناس والدواب والانعام مختلف الوانه کذلک، انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور ''(فاطر ۲۷،۲۸)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ مختلف قسم کے میوے پیدا کئے اور پہاڑوں میں سے بہت سے راستے اور مختلف رنگ سیاہ وسفید وسرخ پیدا کئے اور انسانوں سے اور چلنے والی جنس چوپائے مختلف رنگوں میں پیدا کیے وہ سب بھی مختلف ہیں بندوں میں صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں البتہ اللہ صاحب قدرت ہے اور بخشنے والا بھی ہے۔

''ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریة الظالم اهلها واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ''(نساء ۷۵)

تم اللہ کی راہ میں جنگ کیوں نہیں کرتے جبکہ کمزور مستضعف مرد، عورت بچے یہ کہتے ہیں: پالنے والے ہم کو اس قریہ سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، باہر لا اور ہمارے لئے اپنے پاس سے ولی قرار دے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار۔

''أذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا و ان اللہ علی نصرهم لقدیر ''(حج ۳۹)

قتال کرنے والوں کو اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

قرآن نے انسان کو زندگی میں پیش آنے والے ان اوہام وخرافات سے آزاد کیا جو اس پر مسلط ہو کر شک وشبہات پیدا کرتے تھے۔ اس کے اندرونی ضمیر کو زندہ کیا اور قلب وضمیر کی اصلاح وبہتری کے لیے وسیع تبدیلیاں فراہم کیں۔ ان تبدیلیوں کا ردعمل مسلمانوں کی زندگی میں ابھرا، وہ ترقی یافتہ ہوئے، تھوڑی سی مدت میں وہ (آج کے) جدید علوم کے استاد مانے گئے۔ عدل وانصاف کا شعور ان ہی کے لیے بیدار کیا اور ان کی قانونی برتری بھی تسلیم کی گئی۔

معاشرتی زندگی کی تنظیم

قرآن جس معاشرے کی اصلاح یا تبدیلی کے لیے آیا تھا اس کا حال عجیب تھا۔ لاقانونیت، سرداری نظام، اختلاف وانتشار، رسم ورواج کی بے جان تقلید، سماجی ڈھانچہ اتنا کمزور تھا کہ ہلکی سی لرزش سے گر جاتا اور رنگارنگ آقائیاں اور غلامیاں قابض ہو جاتیں۔

قرآن مجید نے مختصر سی مدت میں واقعاً معجزہ دکھا دیا۔ خصوصاً بے قابو اور بگڑے ہوئے بدترین حالات میں نظم ونسق کی بنیاد پر بڑے وسیع پیمانے پر تبدیلیاں پیدا کیں اور عوام کو کنٹرول میں لیا۔

ایک باقاعدہ نظام حکومت قائم کیا، اس کے بنیادی اصول بنائے، اقتصادی ڈھانچہ، عوامی رابطوں اور بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت معین کی۔ تجارت، معاہدات، عائلی قوانین، پھر ہر جگہ عبادات کی .... ہر میدان میں اس قدر مستعد بنا دیا کہ امت ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوگئی۔

اس نئے معاشرے کو فوری طور پر داخلی اور خارجی جھٹکے کھانے پڑے، مگر استقلال اور ثابت قدمی نے کام دکھایا۔

قرآن مجید، معاشرے میں ہمہ جہت تبدیلیاں لانے کا

بقیہ صفحہ ۲۷ پر

دیتا اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ ہر نیکی و بھلائی ہے۔ یہ کھلی ہوئی سلطنت کی تایید ہے۔ اور سلطنت وحکومت خدائی موہبت وعطیہ ہے اور خدا کی دی ہوئی عزت ہے۔

تھوڑا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ خدا علت العلل ہونے سے کائنات میں وجود میں آنے والی تمام چیزوں کی علت سمجھا جاتا ہے۔ صحت ومرض، زلزلہ وقحط، وبا، ہر شے اس کے تابع فرمان ہے اسی طرح سے ملوکیت وعزت وفقر ودولت بھی اسی کو اس آیت میں پیش کیا گیا ہے اور خدا کو قادر ومختار بتایا ہے۔ اور جاہل مخلوق کو سمجھایا ہے کہ ملوکیت وعزت تم لاکھ جد وجہد کرو خدا نہ چاہے تو نہیں مل سکتی۔ اور خود اس آیت کا تتمہ ''بیدک الخیر'' بتاتی ہے کہ جس طرح سے ملوکیت دینا اور عزت دینا دست خدا میں ہے اور نیکی ہے اسی طرح سے حکومت وعزت دے کر چھین لینا بھی خیر و نیکی ہے مخلوق کے حق میں اور کوئی فرق دونوں میں نہیں ہے۔ جو مقتضائے مصلحت باری اور جو مفید حال انسانی ہے وہ خیر محض ہے۔ ہر کہ چند کہ انسان کوتاہ بینی اور خودغرضی سے اس کو مضر ہی سمجھتا رہے۔

لہٰذا تمام حکومتیں جو دنیاوی قوانین پر قائم ہوں شرک باللہ کی ہی پیداوار ہیں (دیکھو ہماری کتاب دین فطرت) لیکن فلسطیوں کی حکومت، آسمانی بادشاہت، مذہبی ملوکیت، جو خدائی آئین اور الٰہی قوانین کی بنیادوں پر قائم ہوں جس کے نمونے حضرت داؤد وحضرت سلیمان نے پیش فرمائے اور ملوکیت وحکومت کو خدا ہی کا سمجھا اور خود خدائی نمائندے کی طرح کام کیا درحقیقت یہ جناب داؤد و جناب سلیمان کی سلطنت وحکومت نہ تھی بلکہ خدائی تھی اور ایسی ہی سلطنت و حکومت سلالہ رسالتی امام عصر عجل اللہ فرجہ کی ہوگی جو خدائی نمائندگی میں ہوگی یملء اللہ الارض عدلا و قسطا کما ملئت ظلما و جورا خدائی عدل وانصاف سے زمین اسی طرح بھر جائے گی جیسے ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ وہ تو حقیقی ملوکیت وعزت ہے جس کو خدا چاہے گا اسی کو اپنے خاص بندوں میں سے دے گا اور یہی وہ چنی ہوئی عزت وملوکیت ہے جو انبیاء ومرسلین وخاصان خدا کے علاوہ نہ کسی کو دی گئی اور نہ کبھی دی جائے گی۔

بقیہ نزول قرآن............

داعی ہے اور اس طرح کی آیتوں سے اس کا دامن بھرا ہوا ہے۔ تاریخ اسلام اس کی تایید میں بے شمار شواہد رکھتی ہے کہ ان تبدیلیوں کے خوش آیند نتائج برآمد ہوئے، اس کے خصوصیات وامتیازات اور حرکت و اقدام، قوت اور جرأت، پیش قدمی اور اقتصادی ترقی بلکہ معاشرتی، فکری وعملی میدانوں میں ہمہ گیر ترقی تاریخ میں سب کے سامنے ہے۔

بہت سے معاملات ونکات تھے جن کے بیان کی گنجائش نہیں ہے مگر ہم نے جو مختصر باتیں پیش کی ہیں ان سے یہ واضح ہو گیا قرآن مجید کا مقصد فلسفہ پیش کرنا نہیں بلکہ اس کا نفاذ وانطباق مقصود ہے، تھیوری ہی نہیں پریکٹکل بھی ہے، نظریہ کا عمل سے ہم آہنگ ہونا۔

ہم کو یہ بات جتا دینا چاہیے کہ قرآن زندہ ہے جب تک خود زندگی باقی ہے قرآن باقی رہے گا۔ وہ زمان ومکان کا پابند نہیں ہے اس کا ایک مقصد ہے انقلاب اٹھانا، انقلاب لانا، ایک انقلابی مرکز بنانا جہاں سے وقتاً فوقتاً دائمی تبدیلیوں کا عمل جاری کیا جا سکتا ہو ــــــــ قرآن نظریے کا انقلاب، اسلامی اسلوب پر تبدیلیاں۔